© rasailojaraid.com

علامہ مناظر احسن گیلانی علیہ الرحمۃ

موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

انسانی فطرت کی لامحدود خواہشات کیسے پوری ہوں؟

طفل تسلی کی وہ جھوٹی شکل کیا انسان کی غیر مطمئن فطرت کو واقع میں مطمئن بنانے میں کامیاب ہوسکتی ہے؟ میرا مطلب یہ ہے کہ موجودہ نسلوں کو اس کی تھپکیاں دے کہ کیا ہم چین کے ساتھ سلا سکتے ہیں کہ زمین کے اسی کرہ پہ "آج" نہیں تو "کل" ہماری آئندہ نسلوں کو ایسی زندگی میسر آنے والی ہے، جس میں چاہنے والے جو کچھ چاہیں گے وہی پائیں گے۔ ایسے میکانکی آلات نئی نئی ایجادات و اکتشافات کا ظہور ہونے والا ہے کہ اس کے بعد محرومی کا یہ گلہ آدم کی اولاد کو باقی نہ رہے گا ..... مگر اس امکان کے تصور کی یہاں قطعاً گنجائش نہیں ـــــ ہاں انسانی فطرت اور اس کے لامحدود مطالبوں کا ازالہ ایک ایسی عجیب و غریب شکل میں مذہب کے ذریعہ سے ہوجاتا ہے کہ اس کی ساری بے چینیاں، بے چینی کی اور ساری پریشانیاں، سکون و طمانیت کی سیڑھیاں بن جاتی ہیں ـــــ

انسانی فطرت صبر اور سیری کی صفت سے محروم رکھ کر پیدا کی گئی ہے۔ اور معاشی سرمایہ جس پیمانہ پہ یہاں پیدا ہو رہا ہے، خواہ دیکھنے میں وہ جتنا بھی نظر آئے لیکن قدرت کا یہ اٹل قانون ہے کہ مجموعی حیثیت سے بسط و فراخی کی کیفیت اس سے کبھی پیدا نہیں ہوسکتی، اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم میں کوئی ہو، ہر ایک یہی محسوس کر رہا ہے کہ اسکی چاہ پوری نہیں ہو رہی ہے، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر ہماری اندرونی جھنجھلاہٹوں کا تعلق اسی صورت حال سے ہے۔ جیسے دیکھیے، جہاں دیکھیے، جس طرف دیکھیے یہی آواز آرہی ہے کہ ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی چیز نے انسانی زندگی کو ایک طوفان بنا دیا ہے۔ ایسا طوفان کہ ہر جینے والا یہی کہتے ہوئے مر رہا ہے ؎

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے — ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

ہمارے شاعروں نے اسی کی تصویر مختلف انداز میں کھینچی ہے۔ حیات کی یہ قید ان کو کبھی غم کا پھندا اور بند نظر آتا ہے۔ اسی لئے :

قیدِ حیات و بندِ غم "اصل میں دونوں ایک ہیں"

کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ کبھی یہی غالب "زندگی" کو "شمع" اور "شمع" کو "زندگی" بتاتے ہوئے بالآخر اس حقیقت کے اعلان پر کہ ؎

غمِ ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج — شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے۔ زندگی کسی قالب اور کسی رنگ میں ہو، غالب کی نگاہوں میں وہ جلتی ہوئی ایک شمع ہے کسی رنگ کی چمنی اس پر چڑھائی جائے۔ سبز ہو یا سرخ، لیکن جب تک روشن ہے جلے گی۔ اور جب تک جلتی رہے گی اسی وقت تک وہ روشن ہے، شیراز کے عارف کو تو کھل کر یہ کہنا پڑا کہ ؎

نہ گل از داغ غمت رست نہ بلبل در باغ — ہمہ را نعرہ زناں جامہ دراں می داری (حافظ)

الغرض بے چینی اور اضطراب، کرب و تکلیف کی اس کیفیت کا احساس موجودہ زندگی میں سب ہی کو ہو رہا ہے۔ انفرادی طور پر ہو سکتا ہے کہ اس میں استثناء بھی ہو، جیسے ہر کلیہ میں استثناء بھی ایک کلیہ ہے۔ لیکن اضطراب و بے چینی، کرب و تکلیف کے تمام ہنگاموں میں ٹٹولنے والوں کو عموماً یہی کانٹا چھپا یا چبھا ہوا نظر آیا ہے کہ سب، سب کچھ چاہتے ہیں۔ لیکن چاہنے والوں کی چاہ کو پوری کرنے کیلئے جو سرمایہ یہاں پیدا ہو رہا ہے، وہ ایک ایسے مقررہ محدود پیمانہ پر پیدا ہو رہا ہے جس سے سب کی یہ چاہ پوری نہیں ہو سکتی، اکبر مرحوم نے فرمایا تھا ؎

یہ بات ہے صاف مجھ سے سن لے، کتاب میں اسکو کیا پڑھے گا
حدود فطرت کے ہیں مقرر جو یہ گھٹے گا تو وہ بڑھے گا

لامحدود خواہشوں والی فطرت کا رخ ایسے محدود سرمائے کی طرف پھیر دیا گیا ہے، جسے دنیا کی کوئی طاقت لامحدود نہیں بنا سکتی۔ محدود پر لامحدود کا انطباق چونکہ نہیں ہو رہا ہے، اور نہیں ہو سکتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ خواہشوں کے جس محدود حصہ کو تکمیل کا موقعہ مل جاتا ہے۔ اس وقت تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آدمی مسرور ہوتا ہے لیکن نہ پورے ہونے والے ارمانوں کا جو قافلہ عدم کی راہ سے رہا ہے، اسی کا ماتم ہے جس کے غم میں اولادِ آدم سوگوار ہے۔ مسکین شاعر نے کتنے دردناک پیرایہ میں کہا تھا

ہوئے ہیں دفن مرے ساتھ سینکڑوں ارماں　　عدم کی راہ سے جاتا ہے قافلہ دل کا

پھر کیا کیا جائے؟ کیا چھوڑ دیا جائے، اسی حال میں آدمی کو تڑپتا پھڑکتا چھوڑ دیا جائے کہ ؎

جنت بنا سکے گا ہرگز نہ کوئی اسکو　　اکبر یونہی چلی ہے دنیا یوں ہی چلے گی

کہتے ہیں کہ "الیاس احدی الراحتین" قنوط و مایوسی بھی ایک قسم کی راحت ہی ہے، اسی قسم کی راحت جو ارمانوں اور امیدوں کے پورے ہونے سے ہوتی ہے، شعر کی دنیا میں ہوسکتا ہے کہ سن بھی لیا جائے۔ لیکن کامیابی کی مسرت اور ناکامی کی خاموش کھسیاہٹ حقیقت بینوں کی نگاہ میں ایک نہیں ہوسکتی۔ اگر راحت کی یہ دونوں شکلیں ایک ہی ہیں تو تجربہ کر کے دیکھ لیا جائے ایک کو دوسرے سے بدلنے کے لئے کیا کوئی تیار ہوسکتا ہے۔؟

یہ نہیں تو طفل تسلی کی وہ جھوٹی شکل کیا انسان کی غیر مطمئن فطرت کو واقع میں مطمئن بنانے میں کامیاب ہوسکتی ہے؟ میرا مطلب یہ ہے کہ موجودہ نسلوں کو اس کی تھپکیاں دے کر کیا ہم چین کیساتھ سلا سکتے ہیں کہ زمین کے اسی کرّہ پر آج نہیں تو کل ہماری آئندہ نسلوں کو ایسی زندگی میسر آنے والی ہے، جس میں چاہنے والے جو کچھ چاہیں گے وہی پائیں گے۔ ایسے میکانکی آلات نئی نئی ایجادات و اکتشافات کا ظہور ہونے والا ہے کہ اس کے بعد محرومی کا یہ گلہ آدم کی اولاد کو باقی نہ رہے گا ---

--- ایسا ہوگا بھی یا نہیں اُسے تو جانے دیجئے۔ کم از کم جو قرآن کو خدا کا کلام[1]

---

[1] سورۃ البلد کی مشہور آیت ہے: لقد خلقنا الانسان فی کبد (قطعاً ہم نے پیدا کیا ہے آدمی کو درد جگر میں) پھر اس سے پہلے مکہ معظمہ کی اور مکہ معظمہ کے بھی اس زمانے کی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں زندگی گذار رہے تھے، قسم کھائی گئی ہے۔ اس کے بعد دوسری قسم ہے ووالدٍ وّما ولد کی (یعنی اور قسم ہے والد کی اور جو پیدا ہوا) قرآن کی قسمیں اس دعویٰ کی جس کا ذکر قسموں کے بعد ہوتا ہے۔ عموماً دلیلیں ہوتی ہیں۔ آدمی کی موجودہ زندگی جگر خواری کی زندگی ہے۔ اس لئے یقیناً وادی غیر ذی زرع شہر مکہ کی زندگی ایک بہترین مثال ہے۔ پھر انسان کی فطرت کا یہ تجربہ کہ رسول اللہ جیسے ہی خواہ پر اسی اسی مکہ میں زندگی دوبھر کر دی گئی۔ اس سے بھی موجودہ زندگی کی حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔ خصوصاً اپنے سب سے بڑے محبوب شہر اور محبوب پیغمبر کو بھی جب اس قسم کی زندگی دی گئی تو اس سے دوسرے سمجھ سکتے ہیں کہ موجودہ زندگی کی کیا حقیقت ہے۔ پھر یہ آدمی کا پیدا ہونا، گہر ہونے تک اس قطرہ کا حلقہ ہائے صد کام نہنگ سے گذرنا۔ اور ابھی یہ تجربات ختم بھی نہیں ہو پاتے کہ صاحبزادے پھر گہر ہونے کے لئے قطرے کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں۔ یا یوں میں بیٹوں کی جو محبت فطرتاً رکھی گئی ہے وہ [illegible] سلسلہ ہے ایک کے بعد دوسری کڑی نمودار ہو رہی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مان چکے ہیں، ان کے لئے تو اس مکان کے تصور کی جیسا کہ گذر چکا ہے قطعاً گنجائش نہیں، الرزق کی جن پیداواروں کے متعلق قدرت فیصلہ کر چکی ہے کہ عام بسط کی حالت جس سے پیدا ہو۔ اس پیمانے پر ان کی پیدائش یہاں نہ ہو گی پھر پیدا کرنے والا جس سرمایہ کو محدود رکھنا چاہتا ہے۔ اسی کو وہ غیر محدود کیسے بنا سکتے ہیں، جنہوں نے نہ دنیا پیدا کی ہے، نہ دنیا والوں کو پیدا کیا ہے۔ اور بالفرض مان بھی لیا جائے کہ آج نہیں تو کل ایسا ہو کر رہے گا، تو آنے والی نسلوں کے مطمئن ہو جانے سے یہ بتایا جائے کہ موجودہ نسلوں کی غیر تشفی یافتہ خواہشوں کو کیسے اطمینان بخشا جا سکتا ہے۔ زید کے تندرست ہو جانے سے غریب عمر کی بیماری کیسے اچھی ہو جائے گی مستقبل کی ان بشارتوں میں آپ ہی بتائیے کہ حال والوں یا ان کے لئے جو کڑھتے اور جھینکتے، چلاتے اور کراہتے ہوئے، ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اب تک مرتے چلے گئے، مر رہے ہیں، مرتے چلے جائیں گے۔ ان مسکینوں کا تسکین کے ان مغالطوں میں کیا حصہ ہے؟

میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ہندوستان کے رہنے والوں کی مشکلات کا صحیح حل اگر یہ واقعہ نہیں ہو سکتا کہ امریکہ یا ارجنٹائن، برازیل یا ٹمبکٹو کے باشندے ان مشکلات میں مبتلا نہیں ہیں، پھر جیسے ایک جگہ کے رہنے والوں کی خوشحالیوں سے دوسرے مقام والوں کی بدحالیوں کی تلافی نہیں ہو سکتی تو ایک عہد کی نسلوں کی تلخیوں کا علاج آپ آنے والے دوسرے عہد کی نسلوں کی شیریں کامیوں کے وعدوں صرف وعدوں سے کیسے کر سکتے ہیں؟ آپ جہنم میں رہنے والوں کو یہ سنا سنا کر کیا خوش کرتے ہیں کہ ان کے پوتے "جنت" میں پیدا ہوں گے اور دوسروں کی مسرتوں ہی سے اگر ہم اپنی کلفتوں کے ازالہ میں کامیاب ہو سکتے ہیں تو مستقبل کے مشکوک بے بنیاد اوہامی وعدوں کی کیا ضرورت ہے؟ آپ ہی کے سامنے اسی زمانے میں ہر جگہ، ہر علاقہ اور ہر خطہ میں تشفی یافتہ فطرتوں کی کیا کمی ہے، بتا چکا ہوں کہ انسان سکینت و طمانیت کی جس کیفیت کے لئے تڑپ رہا ہے یہ مرہم تو ان تمام زندہ ہستیوں کو مفت بغیر کسی کد و کاوش، بد دسری اور محنت کے حاصل ہے۔ جو انسان بن کر دنیا میں نہیں پیدا ہوئے ہیں، دوسروں کا اطمینان ہی اگر آپ کو مطمئن کر سکتا ہے تو شاخساروں پر چہچہانے والی چڑیوں، جو ئباروں میں تیرنے والی مچھلیوں، اور مرغ آبیوں، مرغزاروں میں کلیلیں بھرنے والے ہرنوں کو دیکھ دیکھ کر بجائے آئندہ نسلوں کے ادھار وعدوں کے اطمینان کی اس نقد دولت کو کیوں حاصل نہیں کرتے۔ مستقبل کے "شنیدہ" مواعید سے آپ کی فطرت اگر خنکی حاصل کر سکتی ہے تو انسان کے سوا ہر دوسری زندہ ہستی "دیدہ" کی شکل میں آپ کے سامنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی وقت اسی کیفیت کو تقسیم کر رہی ہے، جب دوسروں ہی کا سکون آپ کا سکون بن سکتا ہے تو پھر دوسروں میں خصوصیت پیدا کرنے کے کیا معنی؟

خیر کہاں تک کہتا چلا جاؤں۔ اور جنہوں نے قرآنی صداقتوں کے مطابق زندگی گذارنے کا عہد نہیں کیا ہے، سچی بات تو یہ ہے کہ میرا ان سے خطاب بھی نہیں ہے۔ فضا میں جو مغالطے پھیلا دیئے گئے ہیں، شعوری یا غیر شعوری طور پر دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں میں بھی ان کے جراثیم کسی نہ کسی طرح پیوست ہوتے چلے جا رہے ہیں، اس لئے جہاں تک کہہ سکتا ہوں کہہ دیتا ہوں، ورنہ ایک سیدھے سادھے مسلمان کے لئے یہی کافی ہے کہ الرزق یا انسان کے معاشی ذخیروں کی پیدائش کا پیمانہ قرآن کی رو سے اس دنیا میں غیر مبسوط یا غیر محدود شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ اس کی عدم مبسوطیت اور محدودیت کا جو حال آج ہے وہی کل بھی رہے گا، اور جب تک یہ حال ہے۔ الخیر کے حب شدید کے زدگی اور ہلوعیت و عدم سیری و بے صبری کے عارضہ میں اس مبتلا انسان کی بے چین فطرت، اپنی لامحدود خواہشوں کو معاشی پیداواروں کے محدود سرمائے پر منطبق نہ پا کر ہمیشہ بے کلی اور بے چینی کی اس حالت میں تڑپتی پھڑکتی رہے گی۔

قانون ازالہ کی راہوں سے علاج کرنے والوں نے آپ دیکھ چکے کہ معاشی زندگی کی اس پیچیدگی کو کتنی اہمیت دے رکھی ہے۔ زور آزمائیوں کی ساری تدبیروں کو وہ ختم کر چکے، اور جو باقی ہیں، انہیں بھی ختم کر رہے ہیں۔

لیکن اسلام نے بجائے ازالہ کے امالہ کی جو راہ اس سلسلہ میں بھی اختیار کی ہے وہ کتنی سادہ کتنی آسان کتنی سہل الوصول ہے، ایسی راہ کہ سننے کے بعد ممکن ہے کہ کہنے والے کہہ اٹھیں کہ یہ تو بالکل سامنے کی بات تھی، ایسی بات جس سے کون نا واقف ہے، اور یہی میں بھی کہنا چاہتا ہوں کہ آسانیوں کو غلط کاروں اور غلط فہموں نے کیوں دشوار بنا لیا، قدرت ظالم نہیں ہے اپنے بندوں کے لئے وہ رحم اور صرف رحم ہی رحم ہے، کیا یہ سمجھ میں آنے کی بات ہے، کہ سب سے زیادہ مکرم و محترم بنا کر جو پیدا کیا گیا ہے۔ تمام تقویموں میں سب سے احسن سب سے اچھی تقویم میں جو ڈھالا گیا، امانت اور خلافت کی خلعت سے جو سرفراز کیا گیا، ایک لمحہ کے لئے کوئی باور کر سکتا ہے کہ قصداً و ارادۃً ایک ایسی زندگی اسی کے گلے میں لٹکا دی گئی، جو جہنم بن کر اسے لپٹ گئی ایسی جہنم جس میں وہ جھلس رہا ہے، تڑپ رہا ہے، جل رہا ہے، بھن رہا ہے۔ اور اس طور پر جل بھن رہا ہے کہ علاج کی ساری تدبیریں اس عذاب سے نکلنے اور نکالنے میں بے کار ثابت ہو رہی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذہنی انتقاد اور عقلی عروج کا انتہائی زمانہ جس عہد کو انسانیت کے لئے ٹھہرایا جا رہا ہے، اس عہد میں بھی آئندہ نسلوں کے متعلق استقبالی وعدوں کی جھوٹی طفل تسلیوں کے سوا علاج کی کوئی دوسری تدبیر اب تک کسی کی سمجھ میں نہیں آتی ہے اور نہ آنے کی امید ہے۔ بہرحال بجائے ازالہ کے امالہ کی جس عجیب و غریب تدبیر کو میں اسلام کی طرف جو منسوب کر رہا ہوں آپ نے سمجھا؟ میں کیا کہہ رہا ہوں، کیا کہنا چاہتا ہوں۔؟

حقیقت تو یہ ہے کہ میں الدین یا مذہب کے نظام ہی کو اسی امالہ کی واحد بے خطا تدبیر سمجھتا ہوں خود ہی سوچ لیجئے، مذہب کس چیز کا نام ہے۔؟ یہی نا کہ زندگی کے موجودہ دور کو جس کا نام قرآنی اصطلاح میں الحیوۃ الدنیا ہے۔ اسی الحیوۃ الدنیا کو لامحدود قدرت و قوت رکھنے والے خالق کی مرضی کے مطابق اس لئے گذارنا، تاکہ خالق کی لامحدود قوتیں بھی انسانی مرضی کے مطابق ہو جائیں یعنی وہی

رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ راضی ہوگیا اللہ ان سے اور راضی ہوگئے وہ اللہ سے

جس کا قرآنی خلاصہ ہے، جن لوگوں سے زیادہ اعتماد انسانیت کی تاریخ میں کسی کو حاصل نہیں ہوا یعنی حضرات رسل علیہم السلام ان ہی کی اعتمادی حقیقتوں کو ذریعہ بنا کر ہر ملک اور ہر قرن میں جو چیز مذہب کے نام سے پیش ہوتی رہی ہے، کون نہیں جانتا کہ اس کا حاصل یہی ہے، مذہب جس چیز کا نام ہے۔ یہ تو اس کا حاصل ہوا، لیکن آپ نے یہ بھی سوچا کہ لامحدود خواہشوں سے لبریز فطرت کے ساتھ مذہب کے اس پیغام کو جوڑنے کا نتیجہ کیا نکلا۔؟

کوئی سمجھے یا نہ سمجھے لیکن ہوا یہی کہ دنیا کی معاشی پیداواروں کی محدودیت و عدم مبسوطیت کی وجہ سے لامحدود مطالبوں والی انسانی فطرت میں بے چینی اور بے اطمینانی کے جو انگارے دہک رہے تھے، مذہب کے اس پیغام کو جوڑنے کے ساتھ ہی محدود سے ہٹ کر انسانی فطرت کا رخ لامحدود کی طرف اچانک پھر گیا، انسانی فطرت کے مطالبے نہ پوری ہونے والی تمناؤں کی شکل اختیار کر کے آدمی کو جو تڑپا رہے تھے، شاداب بڑھتی ہوئی امیدوں اور ارمانوں کے پھول بن بن کر وہیں جہاں آگ صرف آگ بھری ہوئی تھی شگفتہ و تر و تازہ تختوں سے بھرا ہوا باغ بن گیا جس سے زیادہ بھروسہ کسی دوسرے پر نہیں کیا جا سکتا، حتی کہ خود اپنی آنکھوں اپنے کانوں پر بھی نہیں ان ہی غیر مشکوک قطعی علمی ذرائع (رسل اللہ) کی راہوں سے انسانی فطرت اور اس کے لامحدود مطالبوں کا امالہ ایک ایسی عجیب و غریب شکل میں مذہب کے ذریعہ سے ہو جاتا ہے کہ اس کی ساری بے چینیاں

باقی صفحہ ۳۳ پر

© rasailojaraid.com